مرتب وطالب العلم: عبد الماجد ظہور عاصِم عطاری
قادری جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار واٹر سپلائی روڈ
سرگودھا

کیا بچے کے کان میں اذان بیٹھ کر دے سکتے ہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:851

تاریخ اجراء: 7 محرم الحرام 1438ھ/09 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان بیٹھ کر دی جاسکتی ہے؟

سائل: محمد وسیم (صدر، کراچی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اذان دینے کا طریقہ معروف ومعہود ہے اور جو طریقہ نماز کے لیے دی جانے والی اذان کا ہے وہی طریقہ دیگر اذانوں مثلا بچے کے کان میں یا مصیبت کے وقت دی جانے والی اذان کا بھی ہے اور نماز کے لیے دی جانے والی اذان بیٹھ کر نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دی جاتی ہے اس لئے کلامِ علماء سے مفہوم کی روشنی میں یہی مناسب ہے کہ بچے کے کان میں بھی کھڑے ہو کر اذان دی جائے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مسجد کی محراب میں اذان دینا کیسا ہے

مجیب:مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Lar:6017-3

تاریخ اجراء:01محرم الحرام1438ھ/03اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ مسجد کی محراب میں اذان دینا کیسا ہے؟

سائل: محمد سجاول(شیخوپورہ)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

محرابِ مسجد میں اذان دینا مکروہ وممنوع ہے کہ محراب، مسجد کا حصہ ہے اور مسجد میں اذان دینے کا یہی حکم ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیانابالغ اذان دے سکتا ہے؟

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-369

تاریخ اجراء: 24 جمادی الاولیٰ 1443ھ / 29 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیانابالغ بچہ اذان دے سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بالغ کا اذان دینا افضل ہے اور نابالغ بچہ اگر سمجھدار ہے، اور اس کی اذان، اذان سمجھی جائے (یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ ویسے ہی لگاہوا ہے، اصل اذان ابھی ہونی ہے) تو جائز ہے، ورنہ نہیں، اگر دی تو اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے۔"أذان الصبي العاقل صحيح من غير كراهة في ظاهر الرواية ولكن أذان البالغ أفضل وأذان الصبي الذي لا يعقل لا يجوز، ويعاد وكذا المجنون. هكذا في النهاية۔(ج 01، ص 54، کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے "نابالغ اگر عاقل ہے اور اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو جائز ہے۔"(ج 05، ص 420، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا ہر اذان کا جواب دینا لازم ہے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ اگست 2021

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جس بلڈنگ میں رہتا ہوں وہاں چند منٹ کے فاصلہ پر مختلف اذانوں کی آوازیں آتی ہیں کیا ہم ہر اذان کا جواب دینا لازم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وقفے وقفے سے اگر مختلف اذانوں کی آوازیں آرہی ہوں تو زبان سے فقط پہلی ہی اذان کا جواب دینا مستحب ہے البتہ بہتر یہی ہے کہ سب اذانوں کا جواب دیں۔ رد المحتار میں ہے: ”ولو تکرر ای بان اذن واحد بعد واحد۔۔۔ اجاب الاول۔“ یعنی: اگر ایک کے بعد ایک اذان دے تو سننے والا پہلی کا جواب دے۔ (ردالمحتار مع درمختار، 82/2)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ ”بہارِ شریعت“ میں لکھتے ہیں: ”اگر چند اذانیں سنے تو اس پر پہلی ہی کا جواب ہے اور بہتر یہ کہ سب کا جواب دے۔ (بہار شریعت، 473/1)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بغیر وضو اذان دینا کیسا ہے؟

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1794

تاریخ اجراء: 16 ذو الحجۃ الحرام 1444ھ/5 جولائی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بغیر وضو اذان دینا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

بے وضو اذان دینے سے اذان ہو جاتی ہے، البتہ! یوں اذان دینا مکروہ ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے "(وجاز أذان المحدث) لحصول المقصود" ترجمہ: بے وضو کی اذان درست ہے، مقصود کے حاصل ہو جانے کی وجہ سے۔ (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، ج 1، ص 77، دار إحیاء التراث العربي)

نور الایضاح میں ہے "ویکرہ اقامۃ المحدث واذانہ" ترجمہ: بے وضو کا اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے۔ (نور الایضاح، باب الاذان، ص 120، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے: "بے وضو کی اَذان صحیح ہے۔ مگر بے وضو اَذان کہنا مکروہ ہے۔" (بہار شریعت، ج 01، حصہ 3، صفحہ 466، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عید کی نماز کے لئے اذان و اقامت کا حکم

مجیب: ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-887

تاریخ اجراء: 29 شعبان المعظم 1444ھ/22 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عید الفطر اور عید الاضحی کی نمازوں کے لئے اذان دے سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عیدین میں اذان و اقامت نہیں کہی جائے گی۔

حلبی کبیری میں ہے: "یصلی الامام بالناس رکعتین بلا اذان ولا اقامة لما فی الصحیحین: سئل ابن عباس: شھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العید، قال: نعم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ثم خطب ولم یذکر اذانا ولا اقامة ولانہ المتوارث وعلیہ الاجماع "یعنی امام لوگوں کو بلا اذان و اقامت (عیدین کی) دو رکعتیں پڑھائے گا، کیونکہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوئے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، لوگوں کو نماز پڑھائی پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے اذان و اقامت کا ذکر نہیں کیا اور اس وجہ سے کہ یہی طریقہ متوارث ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ (حلبی کبیری، صفحہ 567، مطبوعہ: کراچی)

بہار شریعت میں ہے: "عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت"۔ (بہار شریعت، جلد:1، صفحہ:779، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تنہا نماز پڑھنے والا اذان و اقامت کہے گا یا نہیں؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1131

تاریخ اجراء: 06 ربیع الاول 1444ھ/03 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی وجہ سے مسجد کی جماعت چھوٹ جائے اور گھر میں نماز پڑھ رہے ہوں، تو کیا اس کے لئے بھی اذان و اقامت کہی جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کوئی شخص گھر میں نماز پڑھے اور قریب میں کوئی مسجد ہے، جس سے اذان کی آواز آتی ہے، اور اس کے نماز شروع کرنے سے پہلے اذان ہو گئی ہے تو اذان و اقامت کے بغیر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ اور اگر وہ ایسی جگہ موجود ہے، جہاں قریب میں کوئی مسجد بھی نہیں اور نہ ہی وہاں اذان کی آواز آتی ہے، تو وہاں اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کی جائے، اسی طرح اگر قریب میں مسجد تو ہے لیکن ابھی وہاں اذان نہیں ہوئی تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے، کیونکہ ایسی جگہ اذان و اقامت دونوں کو ترک کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کسی نے اذان نہ دی، لیکن اقامت کہہ لی، تو کراہت باقی نہیں رہے گی۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ اذان بھی کہے۔

نوٹ: یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی شخص پر مسجد کی جماعت واجب ہو، تو بلا عذرِ شرعی جماعت ترک کرنا، ناجائز و گناہ ہے۔ واجب ترک کرنے کی صورت میں اسے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرنی ہو گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

اذان ہونے سے پہلے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-583

تاریخ اجراء: 30 ربیع الاول 1444ھ/27 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کچھ لوگ اذان سے پہلے ہی نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے جبکہ نماز کے دوران اذان ہونا شروع ہوتی ہے کیا ایسے نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ ان کی کوئی مجبوری بھی نہ ہو؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد نماز پڑھی، تو نماز ہو جائے گی اگرچہ ابھی اذان نہ ہوئی ہو، لیکن یہ واضح رہے کہ مرد پر مسجدِ محلہ کی جماعتِ اُولیٰ کے ساتھ نماز ادا کرنا واجب ہے، اگر جماعت واجب ہونے کے باوجود بلا عذر جماعت چھوڑے گا تو گناہگار ہو گا۔

ہاں اگر عورت وقت شروع ہونے کے بعد اذان سے پہلے نماز پڑھ لے، تو حرج نہیں، لیکن عورتوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھیں اور فجر کے علاوہ باقی چار نمازیں مردوں کی جماعت ہو جانے کے بعد پڑھیں۔

بہارِ شریعت میں ہے: ''عورتوں کے لیے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اوّل وقت) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے، کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں، جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔'' (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 452، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا اذان لیٹ کر سن سکتے ہیں؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-641

تاریخ اجراء: 12 ربیع الثانی 1444ھ/08 نومبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا اذان لیٹ کر سن سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! سن سکتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی مجبوری نہ ہو، تو اذان کے احترام میں اٹھ کر بیٹھ جانا اچھا ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے اذان دینا

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-996

تاریخ اجراء: 21 محرم الحرام 1444ھ / 20 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا اذان وقت سے پہلے دے سکتے ہیں، مثلاً عشا کا وقت 9:30 پر شروع ہوتا ہو، تو کیا 9:25 پر اذان دے سکتے ہیں؟ بالخصوص رمضان المبارک کے مہینے میں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے اذان نہیں دی جاسکتی، اگر دی گئی، تو اذان نہیں ہو گی۔ یہاں تک کہ اگر اذان کے دوران وقت شروع ہوا، تب بھی اذان نہیں ہو گی۔ لہذا نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد اذان دی جائے۔

بہار شریعت میں ہے: "وقت ہونے کے بعد اَذان کہی جائے، قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اَثنائے اَذان میں وقت آگیا، تو اعادہ کی جائے۔" (بہار شریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 465، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

پیدا ہونے والے بچہ کے کان میں اذان واقامت کتنی بار کہی جائے

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-448

تاریخ اجراء: 25 محرم الحرام 1444ھ /24 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچے کے کان میں اذان واقامت ایک ایک بار کہنی چاہیے یا تین بار؟ یہ بھی بتادیں کہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں نماز والی اذان کی طرح سیدھی اور الٹی طرف پھرنا ضروری ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان واقامت کہنا مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دائیں (سیدھے) کان میں چار مرتبہ اذان اور بائیں میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے۔ یاد رہے جس طرح نماز وغیرہ کے لیے اذان واقامت میں حی علی الصلوٰۃ کہتے ہوئے سیدھی طرف اور حی علی الفلاح کہتے ہوئے الٹی طرف منہ پھیرتے ہیں یونہی بچے کے کان میں اذان واقامت کے وقت بھی منہ پھیرنے کا حکم اسی طرح ہے۔

بہار شریعت میں ہے: "جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس کے کان میں اذان واقامت کہی جائے۔ اذان کہنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ بلائیں دور ہو جائیں گی۔ بہتر یہ ہے کہ دہنے کان میں چار مرتبہ اذان اور بائیں میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے۔ (بہار شریعت، جلد3، حصہ15، صفحہ355، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اسی میں ہے: "حی علی الصلاۃ داہنی طرف مونھ کرکے کہے اور حی علی الفلاح بائیں جانب اگرچہ اذان نماز کے لیے نہ ہو، بلکہ مثلاً بچے کے کان میں یا اور کسی لیے کہی، یہ پھیرنا فقط مونھ کا ہے، سارے بدن سے نہ پھرے۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ469، مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

پیدائش کے بعد آکسیجن میں رکھے ہوئے بچہ کے کان میں اذان کب دی جائے

مجیب: مولانا ماجد مدنی

فتوی نمبر: Web-308

تاریخ اجراء: 09 شوال المکرم 1443ھ / 11 مئی 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچے کی پیدائش کے بعد اسے آکسیجن میں رکھا گیا ہے اور فی الحال اس کے کان میں اذان دینا ممکن نہیں، کیا بعد میں اذان دی جاسکتی ہے؟ کیا تاخیر کا گناہ ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

بچے کی پیدائش کے بعد اسے غسل دے کر اذان دے دینی چاہیے اس میں بلاوجہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ پوچھی گئی صورت میں اگر فی الفور بچے کے کان میں اذان دینا ممکن ہے، تو دے دی جائے، ورنہ جب ممکن ہو دے دی جائے، تاخیر کرنے سے بہر صورت گناہ نہیں ہو گا۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فجر کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" کہنا بھول جانا

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-639

تاریخ اجراء: 09 شعبان المعظم 1443ھ/13 مارچ 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

فجر کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" کہنا بھول گئے تو کیا اذان ہو جائے گی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

فجر کی اذان میں، "حی علی الفلاح" دو مرتبہ کہنے کے بعد "اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡم" دو مرتبہ کہنا مستحب ہے۔ اگر کوئی فجر کی اذان میں یہ کہنا بھول گیا تو بھی اذان ہو جائے گی اور اذان دہرانا یعنی دوبارہ دینا ضروری نہیں۔

(ویقول) ندبا (بعد فلاح أذان الفجر: الصلاۃ خیر من النوم مرتین) ترجمہ: مؤذن کے لیے مستحب ہے کہ فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصلاۃ خیر من النوم کہے۔(تنویر الابصار مع درمختار، ج 1، ص 388، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جمعہ کی دوسری اذان کے جواب کا حکم؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1656

تاریخ اجراء: 01 ذوالقعدۃ الحرام 1445ھ / 10 مئی 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

جمعہ کی دوسری اذان کا جواب امام اور مقتدی دونوں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جمعہ کی دوسری اذان کا جواب مقتدی حضرات کو نہیں دینا چاہئے، خاموش رہنا چاہئے کہ یہی اولیٰ ہے، ہاں! خطیب صاحب اذان کا جواب دے سکتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: ”سوال: جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کہی جائے تو کلمات اذان کا جواب دینا اور بعد ازاں دعائے اذان پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر اذان میں انگوٹھا چومنا یا خطبہ میں آں حضرت کے نام پر انگوٹھا چومنا چاہئے یا نہیں؟ جواب: اذان خطبہ کے جواب اور اس کے بعد دعا میں امام و صاحبین رضی اللہ تعالی عنہم کا اختلاف ہے، بچنا اولیٰ اور کریں تو حرج نہیں۔ یوں ہی اذانِ خطبہ میں نامِ پاک پر انگوٹھے چومنا، اس کا بھی یہی حکم ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 468، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نماز دہرانے کے لیے اقامت کہنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2678

تاریخ اجراء: 16 شوال المکرم 1445ھ /25 اپریل 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ فرض نماز جماعت سے پڑھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ صحیح نہ ہوئی تو اب اگر دوبارہ پڑھی جائے، تو اقامت لازم ہو گی یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر فرض نماز دوبارہ پڑھی جائے اور وقت باقی ہو، تو اسی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھیں اور زیادہ ٹائم نہ گزرا ہو، تو دوبارہ نماز پڑھنے کے لیے اِقامت کی بھی حاجت نہیں، ہاں زیادہ وقفہ ہوا تو اِقامت کہی جائے گی۔

چنانچہ بہار شریعت میں ہے: **"لوگوں نے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، بعد کو معلوم ہوا کہ وہ نماز صحیح نہ ہوئی تھی اور وقت باقی ہے، تو اسی مسجد میں جماعت سے پڑھیں اور اَذان کا اعادہ نہیں اور فصل طویل نہ ہو، تو اِقامت کی بھی حاجت نہیں** اور زیادہ وقفہ ہوا تو اِقامت کہے اور وقت جاتا رہا، تو غیر مسجد میں اَذان و اِقامت کے ساتھ پڑھیں۔" (بہار شریعت، ج 01، حصہ 03، ص 465، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جماعت کے لئے اقامت کہنے کا حکم

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-2652

تاریخ اجراء: 08 شوال المکرم 1445ھ / 17 اپریل 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا جماعت کے لیے اقامت پڑھنا ضروری ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اقامت مثلِ اذان ہے یعنی اس کے احکام بھی اذان والے ہیں اور علمائے کرام فرماتے ہیں کہ پانچوں نمازیں اور نمازِ جمعہ جب جماعتِ مستحبہ کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کی جائیں تو ان کے لیے اذان سنتِ مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے، لہٰذا ایسی صورت میں جماعت کے لیے اقامت کہنے کا بھی یہی حکم ہے، بلکہ اس کی سُنِّیَّتُ اذان سے بھی زیادہ مؤکد ہے، نیز احادیث مبارکہ سے اقامت کا واضح ثبوت موجود ہے۔

چنانچہ سنن الترمذی میں ہے "عن جابر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: يا بلال، إذا أذنت فترسل في أذانك، وإذا أقمت فاحدر" ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کو فرمایا: اے بلال! جب تم اذان دو تو ٹھہر ٹھہر کر دو اور جب اقامت کہو تو جلدی جلدی کہو۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث 195، ج 1، ص 373، مطبوعہ مصر)

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے "وكذا الإقامة سنة مؤكدة في قوة الواجب" ترجمہ: یونہی اقامت بھی سنت مؤکدہ ہے، حکم میں واجب کی طرح ہے۔ (مراقی الفلاح، باب الاذان، ص 78، المکتبۃ العصریۃ)

بہار شریعت میں ہے "فرض پنج گانہ کہ انھیں میں جمعہ بھی ہے، جب جماعت مستحبہ کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کیے جائیں تو ان کے لیے اَذان سنت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگر اذن نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہوں گے۔۔۔ اِقامت مثل اَذان ہے یعنی احکام مذکورہ اس کے لیے بھی ہیں۔۔۔ اِقامت کی سنیّت، اَذان کی بہ نسبت زیادہ مؤکد ہے۔ (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 464، 470، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

امام کی بائیں جانب کھڑے ہو کر اقامت کہنا

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1473

تاریخ اجراء: 03 شعبان المعظم 1445ھ/14 فروری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا امام کی بائیں جانب کھڑے ہو کر اقامت کہہ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اِقامت مسجد میں امام کے عین پیچھے کھڑے ہو کر کہنا بہتر ہے۔ اگر عین پیچھے موقع نہ ملے تو سیدھی طرف مناسب ہے۔

امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "علماء جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہُوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہے پھر جب بیانِ افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں ہونا بہتر ہے **اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیصِ جہت کچھ نہیں کرتے**۔۔۔ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذاتِ امام پھر جانبِ راست مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد 5، صفحہ 372، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

اقامت کہنے والا کس جگہ کھڑا ہو؟

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2550

تاریخ اجراء: 29 شعبان المعظم 1445ھ / 11 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

مسجد میں امام صاحب کے پیچھے مقتدی نماز کے لیے اقامت پڑھتا ہو تو، اس کو کہاں کھڑا ہونا چاہیے دائیں جانب یا پھر درمیان میں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مقتدی اگر اقامت کہے تو وہ کس مقام پر کھڑا ہو، اس حوالے سے کتب میں کوئی تعیین نہیں ملی، ہاں مناسب یہ ہے کہ امام کے پیچھے ہو اور اگر وہاں نہ ہو سکے تو امام کی دائیں جانب۔

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: "اقامت کی نسبت بھی تعیین جہت کہ دہنی جانب ہو یا بائیں، فقیر کی نظر سے نہ گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے، اور علماء جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہُوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہے پھر جب بیانِ افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیصِ جہت کچھ نہیں کرتے، ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذاتِ امام پھر جانبِ راست مناسب ہے۔ ملخصًا" (فتاوی رضویہ، ج 5، ص 372، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مؤذن کی موجودگی میں امام کا کسی دوسرے کو اقامت کا کہنا

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1360

تاریخ اجراء: 01رجب المرجب1445ھ/13جنوری2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مؤذن نے اذان دی، مؤذن کی موجودگی میں کیا امام صاحب تکبیر پڑھنے کے لئے کسی اور کو اجازت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَہَّابِ اَللّٰہُمَّ ہِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اقامت پڑھنا اسی کا حق ہے جس نے اذان دی ہو، لہذا امام صاحب کا موذن کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے بندے سے اقامت پڑھوانا مناسب نہیں ہے، ہاں! اگر شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہو تو امام کسی اور درست مخارج والے سے اقامت پڑھوائے۔

امام اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان نوری رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے فرماتے ہیں "اگر مؤذن موجود ہے تو اسکی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کیلئے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لئے کہے، شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہو، اجازت مؤذن کے بغیر اقامت کہنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد5، صفحہ413، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اذان کے دوران نماز شروع کرنا کیسا؟

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1315

تاریخ اجراء: 06 جمادی الثانی 1445ھ / 20 دسمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اذان ہو رہی ہو تو نماز شروع کرنا کیسا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

دورانِ اذان نماز شروع کرنا، جائز ہے البتہ اذان کا جواب زبان سے دے کر بعدِ اذان نماز شروع کر لی جائے تو بہتر ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: ”لا يشتغل بقراءة القرآن ولا بشيء من الاعمال سوى الاجابة“ یعنی (دورانِ اذان) اذان کا جواب دینے کے علاوہ قراءتِ قرآن میں مشغول نہ ہو اور نہ ہی کسی اور عمل میں مشغول ہو۔ (بدائع الصنائع، جلد1، صفحہ660، مطبوعہ: بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قعدہ اخیرہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے نماز کا حکم

ریفرنس نمبر:Sar 7214 تاریخ:01-03-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر منفرد نے بھولے سے قعدہ اخیرہ میں التحیات کی بجائے سورۃ الفاتحہ پڑھ لی، یاد آنے پر التحیات پڑھی، تو کیا اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

قعدہ میں بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے تشہد پڑھنا واجب ہے، اس واجب کے بھولے سے ترک ہونے پر سجدہ سہو لازم ہو گا، لہٰذا **صورت مسئولہ میں قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے سے پہلے، سورۃ الفاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو گا۔**

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: "ولو قرأ آية في الركوع أو السجود أو القومة فعليه السهو، ولو قرأ في القعود ان قرأ قبل التشهد في القعدتين فعليه السهو لترك واجب الابتداء بالتشهد أول الجلوس" یعنی: اگر رکوع، سجود یا قومہ میں کوئی آیت پڑھی تو سجدہ سہو لازم ہے اور اگر قعدہ میں قرآن پڑھا (تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ) اگر دونوں قعدوں میں سے کسی میں بھی تشہد سے پہلے قرآن پڑھا، تو قعدہ میں تشہد سے ابتداء کرنے کا واجب ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہو گا۔ (حاشیۃ الطحطاوی، صفحہ 461، مطبوعہ کراچی)

فتاوی عالمگیری میں ہے: "وإذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذلك إذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو" یعنی: اگر تشہد کی جگہ فاتحہ پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہو گا اسی طرح اگر پہلے فاتحہ پڑھی پھر تشہد پڑھی، تو بھی سجدہ سہو واجب ہو گا۔ (فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 127، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

16 رجب المرجب 1442ھ/01 مارچ 2021

اقامت موذن کے علاوہ کوئی اور کہہ سکتا ہے؟

مجیب: مولانا جمیل غوری صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر 2017

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جماعت کے لئے جو تکبیر پڑھی جاتی ہے، مؤذن کسی اور سے پڑھوا سکتا ہے؟

(سائل: قاری ماہنامہ فیضان مدینہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو اذان دے اقامت کہنے کا حق بھی اسی کا ہے۔ اگر مؤذن موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ ہے جبکہ مؤذن کو ناگوار گزرتا ہو اور وہ اپنے خوشی سے کسی اور کو اقامت کہنے کی اجازت دے تو دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں۔

اگر جماعت کا وقت ہو گیا اور مؤذن وہاں موجود نہ ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی شخص اقامت کہہ سکتا ہے البتہ بہتر ہے کہ امام اقامت کہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہارِ شریعت میں ارشاد فرماتے ہیں: ''جس نے اذان کہی اگر موجود نہیں تو جو چاہے اقامت کہہ لے اور بہتر امام ہے اور مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت سے دوسرا کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا حق ہے اور اگر بے اجازت کہی اور مؤذن کو ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔'' (بہار شریعت، 1/ 470)

بدائع الصنائع میں ہے: ''اِنَّ مَنْ اَذَّنَ فَھُوَ الَّذِیْ یُقِیْمُ وَاِنْ اَقَامَ غَیْرُہٗ فَاِنْ کَانَ یَتَاَذّٰی بِذٰلِکَ یُکْرَہُ لِاَنَّ اِکْتِسَابَ اَذَی الْمُسْلِمِ مَکْرُوْہٌ وَاِنْ کَانَ لَا یَتَاَذّٰی بِہٖ لَا یُکْرَہُ۔'' یعنی جس نے اذان دی وہی اقامت کہے گا اگر کسی اور نے اقامت کہی اور مؤذن کو ناپسند گزرا تو مکروہ ہے کیونکہ مسلمان کو اذیت دینا مکروہ ہے اور اگر مؤذن کو برا نہ لگا تو مکروہ نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع، 375/1)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اقامت میں کب کھڑا ہونا سنّت ہے؟

مجیب: مولانا شفیق صاحب زیدمجدہ

مصدق: مفتی فضیل رضا مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ستمبر/اکتوبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہلسنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ اقامت میں کب کھڑا ہونا چاہئے؟ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑے ہونے کو سنّت کہہ سکتے ہیں؟ نیز کچھ لوگ کھڑے ہو کر اقامت سنتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ سائل: سعید احمد عطاری (گلستان جوہر، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احناف کے نزدیک اس بارے میں حکم یہ ہے کہ امام و مقتدی جب مسجد میں موجود ہوں تو اس صورت میں امام و مقتدی سب حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑے ہوں اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑا ہونا سنّت مستحبہ اور اسے صرف سنّت ہی کہہ لیا جائے تو بھی کچھ حرج نہیں اور یوں بھی ٹھیک ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ پر کھڑا ہونا شروع کریں اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر مکمل کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ حاشیۂ شلبی علی التبیین میں ہے: ''قال فی الوجیز: والسنۃ ان یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح اھ۔ و مثلہ فی المبتغی'' یعنی وجیز میں ہے: سنّت یہ ہے کہ امام اور قوم اس وقت کھڑے ہوں جب موذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے۔ اسی بات کے مثل ''المبتغی'' میں ہے۔ (حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق، 1/ 283)

کتاب مَا لَا بُدَّ مِنْہُ میں ہے: ''طریق خواندن نماز بروجہ سنت آنست کہ اذان گفتہ شود واقامت ونزد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ امام برخیزد (ومقتدیاں نیز برخیزد)۔'' نماز پڑھنے کا سنّت طریقہ یہ ہے کہ اذان واقامت کہی جائے اور اقامت کہنے والے کے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے ساتھ امام کھڑا ہو (اور مقتدی بھی)۔ (مالابد منہ فارسی، ص28)

عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی بھاگلپوری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''جب اقامت شروع کرنے سے پہلے مقتدی مسجد میں حاضر ہوں اور امام بھی اپنے مصلے پر یا اس کے قریب میں موجود ہو اور اقامت کہنے والا شخص خود امام نہ ہو تو اس صورت میں سب کو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ یا حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑا ہونا چاہئے، یہی مسنون و مستحب ہے۔ اس صورت میں ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کو حنفی مسلک میں ہمارے فقہائے کرام نے مکروہ تحریر فرمایا ہے۔'' (حبیب الفتاویٰ، ص134)

اس حالت میں کھڑے کھڑے اقامت سننا مکروہ ہے۔ رد المحتار میں ہے: ''یکرہ لہ الانتظار قائماً و لکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح'' یعنی کھڑے ہو کر انتظارِ نماز نہ کرے کہ مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے پھر جب موذن ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' کہے تو کھڑا ہو۔ (رد المحتار، 88/2)

بخاری شریف کی حدیث پاک ''اذا اقیمت الصلوۃ فلا تقوموا حتی ترونی'' کے تحت عمدۃ القاری شرح بخاری میں صحابہ کرام کے عمل کے بارے میں ہے: ''وکان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوۃ'' یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب موذن قد قامت الصلوۃ کہتا مزید اسی صفحہ پر ہے ''وفی المصنف کرہ ھشام یعنی ابن عروہ ان یقوم حتی یقول المؤذن قد قامت الصلوۃ'' یعنی مصنف میں ہے کہ ہشام بن عروہ اقامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ جانتے تھے۔ (عمدۃ القاری، 4/215)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں: ''والجملۃ فیہ ان المؤذن اذا قال حی علی الفلاح فان کان الامام معھم فی المسجد یستحب للقوم ان یقوموا فی الصف'' یعنی خلاصہ کلام یہ کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو سب کو اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے۔ (بدائع الصنائع، 1 / 467)

یونہی تَبْیِیْنُ الْحَقَائِق میں ہے: ''والقیام حین قیل حی الفلاح لانہ امر بہ ویستحب المسارعۃ الیہ۔'' (تبیین الحقائق، 283/1)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ یوہیں جو لوگ مسجد میں موجود ہیں، وہ بیٹھے رہیں، اس وقت اٹھیں، جب مُکَبِّر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہنچے، یہی حکم امام کیلئے ہے۔ آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو، اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی، یہ خلافِ سنّت ہے۔'' (بہار شریعت، حصہ 1، 471/3)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرّحمہ نے حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑا ہونے کے بارے میں 14 کتابوں کا حوالہ دیا ہے چنانچہ درمختار کی عبارت ''والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح'' کے تحت فتاویٰ شامی میں ہے ''کذا فی الکنز ونور الایضاح والاصلاح والظھیریۃ والبدائع وغیرھا والذی فی الدرر متنا وشرحا عند الحیعلۃ الاولی: یعنی حیث یقال حی علی الصلاۃ اھ وعزاہ الشیخ اسماعیل فی شرحہ الی عیون المذاھب والفیض والوقایۃ والنقایۃ والحاوی والمختار اھ قلت واعتمدہ فی متن الملتقی، وحکی الاول بقیل، لکن نقل ابن الکمال تصحیح الاول ونص عبارتہ: قال فی الذخیرۃ: یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ'' یعنی اسی طرح (1) کنز (2) نور الایضاح (3) اصلاح (4) ظہیریہ (5) بدائع وغیرہ میں ہے، (6) درر کے متن اور شرح میں یہ ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہنے پر کھڑا ہو، شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قول کو (7) عیون المذاھب (8) فیض (9) وقایہ (10) نقایہ (11) حاوی (12) مختار کی طرف منسوب فرمایا، میں کہتا ہوں کہ اس پر (13) ملتقی کے متن میں اعتماد کیا ہے، اور پہلے کو قیل کے ساتھ نقل کیا ہے، لیکن علامہ ابنِ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے قول ہی کی تصحیح نقل کی ہے ان کی عبارت یہ ہے: (14) ذخیرہ میں فرمایا: ''امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے یہی ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک حکم ہے''۔ (ردالمحتار، 216/2)

14 کتابیں تو علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی نے ذکر فرمائیں ہیں۔ اس کے علاوہ تنویرالابصار، درمختار، عمدۃ القاری اور خود ردالمحتار تو یہ کل 18 کتابیں ہوئیں۔ حکمِ شرعی ماننے اور اس پر عمل کرنے والے کے لئے ایک ہی کتاب کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے اگر پورا ذخیرہ بھی نقل کر دیا جائے تو ناکافی ہے۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ملک العلماء، محدث کبیر حضرت علامہ مولانا مفتی ظفر الدّین بہاری علیہ رحمۃ اللہ البارِی نے اس موضوع پر ایک رسالہ ''تنویر المصباح'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے جس میں آپ نے 50 کتابوں کے حوالے سے اس مسئلے میں احناف کے مؤقف کو واضح کیا ہے تفصیل کے لئے اُسے ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حکم شرعی پر عمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اذان واقامت کہتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنا

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1940

تاریخ اجراء: 12صفر المظفر1445ھ /30اگست2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کچھ مؤذن اذان اور اقامت کے وقت ادھر ادھر دیکھ رہے ہوتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اذان و اقامت کہنے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ اس کا منہ اور سینہ قبلہ رخ ہو اور حی علی الصلاۃ سیدھی طرف منہ کر کے کہے اور حی علی الفلاح اُلٹی طرف منہ کر کے کہے۔ اس کے علاوہ بغیر منہ پھیرے صرف آنکھیں پھرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے میں حرج نہیں۔

اذان و اقامت میں قبلہ رو ہونا سنت ہے۔ بحر الرائق میں ہے: "(ویستقبل بهما القبلة) أي بالاذان والاقامة لفعل الملك النازل من السماء وللتوارث عن بلال، ولو ترك الاستقبال جاز لحصول المقصود ويكره لمخالفة السنة. كذا في الهداية. والظاهر أنها كراهة تنزيه لما في المحيط: وإذا انتهى إلى الصلاة والفلاح حول وجهه يمنة ويسرة ولا يحول قدميه لانه في حالة الذكر والثناء على الله تعالى والشهادة له بالوحدانية ولنبيه بالرسالة فالاحسن أن يكون مستقبلا، فأما الصلاة والفلاح دعاء إلى الصلاة وأحسن أحوال الداعي أن يكون مقبلا على المدعوين "ترجمہ: اور اذان و اقامت کے دوران رخ قبلہ کی طرف کرنا کہ آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے کا یہی طرز تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہی طریقہ متوارث چلا آرہا ہے۔ اور اگر کوئی قبلہ کی طرف رخ نہ کرے تو بھی چونکہ اذان کا مقصد (اس کے بغیر بھی) حاصل ہو جاتا ہے اس لیے جائز ہے لیکن سنت کی مخالفت کی وجہ سے مکروہ ہے، ہدایہ میں اسی طرح ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ محیط میں ہے جب حی علی الصلاۃ والفلاح تک پہنچے تو اپنا چہرہ دائیں بائیں جانب پھیرے، ہاں اپنے قدموں کو نہ ہلائے کہ وہ اللہ کے ذکر و ثناء' اس کی وحدانیت اور نبی کریم علیہ السلام کی نبوت کی شہادت دینے

کی حالت میں ہے تو قبلہ رخ ہونا ہی احسن ہے، رہا حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح تو چونکہ وہ نماز کی دعوت ہے اور دعوت دینے والے کی بہتر حالت یہ ہے کہ وہ جنہیں دعوت دے رہا ہے، ان کی طرف رخ کرے۔(بحر الرائق، ج1، ص449، دار الکتب العلمیۃ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بچے کے کان میں اذان دینے کا ثبوت

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1035

تاریخ اجراء: 13 محرم الحرام1445ھ /01اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچے کے کان میں اذان کیوں دی جاتی ہے اور یہ کہاں سے ثابت ہے ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بچّے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اِقامت کے الفاظ کہنا مستحب ہے، نہلانے کے بعد پہلا کام یہی ہونا چاہئے، ان شاء اللہ اس کی برکت سے بچہ شیطانی خلل اور مرگی نیز مختلف قسم کی بیماریوں اور بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "جب بچّہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان، بائیں میں تکبیر (اقامت) کہے کہ خَلَلِ شیطان و اُمُّ الصِّبْیان سے بچے۔" (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ452، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

امام اہلسنت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بچہ پیدا ہونے کے بعد جو اذان میں دیر کی جاتی ہے اس سے اکثر یہ مرض (مرگی) ہو جاتا ہے اگر بچہ ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا جائے کہ نہلا کر اذان واقامت بچہ کے کان میں کہہ دی جائے، تو ان شاء اللہ عمر بھر محفوظی ہے۔" (ملفوظات اعلی حضرت، صفحہ 417-418، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بچے کے کان میں اذان دینا دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے بلکہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے موقع پر خود اُن کے کان میں اذان دی تھی۔

مشکوۃ المصابیح میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: "رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلاة، رواه الترمذی "یعنی میں نے دیکھا جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ہاں حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کے کان میں نماز کی اذان دی۔ اس کو امام ترمذی نے روایت کیا۔(مشکاۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، جلد8، صفحہ81، حدیث:4157، بیروت)

مرقاۃ المفاتیح میں مسند ابی یعلیٰ موصلی کے حوالے سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:"من ولد له ولد فاذن في اذنه اليمنى واقام في اذنه اليسرى لم تضره ام الصبيان"یعنی جس کے بچہ کی ولادت ہوئی اور اس نے بچے کے سیدھے کان میں اذان دی اور الٹے کان میں اقامت پڑھی، تو اس کو ام الصبیان (مرگی) نقصان نہ دے گی۔(مرقاۃ المفاتیح، جلد8، صفحہ81-82، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حیض کی حالت میں اذان کا جواب دینا کیسا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شعبان المعظم 1442ھ اپریل

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حیض کی حالت میں عورت اذان کا جواب دے سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ حیض و نفاس والی عورت کے متعلقہ احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " ایسی عورت کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

(بہارِ شریعت، 379/2)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دورانِ اذان اگر وقت شروع ہو، تو کیا وہ اذان دوبارہ دی جائے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13062

تاریخ اجراء: 09 ربیع الثانی 1445ھ / 25 اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مؤذن فجر کا وقت شروع ہونے سے ایک منٹ پہلے ہی اذانِ فجر دینا شروع کرے، پھر دورانِ اذان ہی فجر کا وقت شروع ہو جائے، تو کیا وہ اذان درست قرار پائے گی؟ کیونکہ اذان ختم ہونے سے پہلے تو وقت شروع ہو چکا تھا، یا دوبارہ سے اذان دی جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اذانِ فجر درست نہیں ہوئی، لہذا دوبارہ وقت کے اندر اُس اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔

مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اذان نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد دی جائے گی، لہذا نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے اُس وقت کی اذان نہیں دی جا سکتی، اگر دی گئی تو وہ اذان شمار ہی نہیں ہو گی، یہی حکم اس صورت کا بھی ہے کہ جب دورانِ اذان وقت شروع ہوا ہو۔

وقت داخل ہونے سے پہلے دی گئی اذان کا اعادہ ہو گا۔ جیسا کہ بدائع الصنائع وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "وأما بيان وقت الأذان والإقامة فوقتهما ما هو وقت الصلوات المكتوبات، حتى **لو أذن قبل دخول الوقت لا يجزئه ويعيده** إذا دخل الوقت في الصلوات كلها" یعنی اذان اور اقامت کا وقت وہی ہے جو فرض نماز کا وقت ہے، یہاں تک کہ اگر مؤذن نے وقت داخل ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تو یہ اذان کافی نہ ہو گی، لہذا جب نماز کا وقت داخل ہو جائے تو اس وقت میں اذان کا اعادہ کیا جائے گا (تمام نمازوں میں یہی حکم ہے)۔ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الصلاة، ج 01، ص 154، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بحر الرائق میں ہے: "(ولا يؤذن قبل وقت ويعاد فيه) أي في الوقت إذا أذن قبله؛ لأنه يراد الإعلام بالوقت فلا يجوز قبله" یعنی وقت سے پہلے اذان نہیں دی جائے اور اگر وقت سے پہلے اذان دے دی تو اس نماز

کے وقت میں اذان کا اعادہ کیا جائے گا، کیونکہ اذان وقت شروع ہونے کی خبر دینے کے لیے ہے لہذا وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 277، دار الکتاب الإسلامي)

مبسوط سرخسی میں ہے: "(إن أذن قبل دخول الوقت لم یجزه ویعیده في الوقت) لأن المقصود من الأذان إعلام الناس بدخول الوقت فقبل الوقت یکون تجهيلاً لا إعلاماً" یعنی اگر مؤذن نے وقت داخل ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تو یہ جائز نہیں اور اس اذان کا وقت میں اعادہ کیا جائے گا، کیونکہ اذان سے مقصود لوگوں کو وقت شروع ہونے کی خبر دینا ہے جبکہ وقت شروع ہونے سے پہلے ہی اذان دینا تجہیل ہے، خبر دینا نہیں۔
(المبسوط للسرخسي، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 134، دار المعرفة)

اذان کے دوران وقت شروع ہو جب بھی اس اذان کا اعادہ ہوگا۔ جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(فیعاد اذان وقع) بعضه (قبله) کالاقامة۔" یعنی اگر بعض اذان وقت سے پہلے کہی گئی تو اس کا اعادہ کیا جائے گا جیسے اقامت کا حکم ہے۔

(وقع بعضه) کے تحت ردالمحتار میں ہے: "وکذا کله بالاولی، ولو لم یذکر البعض لتوهم خروجه فقصد بذکره التعمیم لا التخصیص۔ قوله: (کالاقامة) ای: فی انها تعاد اذا وقعت قبل الوقت۔" ترجمہ: "اسی طرح اگر پوری اذان ہی وقت سے پہلے دے دی جائے تو بدرجہ اولیٰ اس کا اعادہ ہوگا، اگر شارح بعض کو ذکر نہ کرتے تو اس کے خارج ہونے کا وہم جاتا پس انہوں نے تعمیم کے ارادے سے اس لفظ کو ذکر کیا نہ کہ تخصیص کے طور پر۔ قولہ: (کالاقامة) یعنی جیسے اقامت جب وقت سے پہلے کہی جائے تو اس کا اعادہ کیا جاتا ہے، یہی حکم اذان کا بھی ہوگا۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 63، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "وقت ہونے کے بعد اَذان کہی جائے، قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اَثنائے اَذان میں وقت آگیا، تو اعادہ کی جائے۔" (بہارِ شریعت، ج 01، ص 465، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوٰی امجدیہ میں ہے: "قبل از وقت اذان، اذان ہی نہیں، اگرچہ اذان فجر ہو، بلکہ **اگر قبل وقت شروع کی، اور وقت میں ختم کی تو اس کے بھی اعادہ کا حکم ہے۔**" (فتاوی امجدیہ، ج 01، ص 53، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وقار الفتاوٰی میں ہے: "وقت سے پہلے جو اذان دی جائے گی، وقت ہونے کے بعد دوبارہ دینا لازم ہے۔" (وقار الفتاوی، ج 02، ص 24، بزم وقار الدین)

امام خود ہی اقامت کہے، تو مقتدی کس وقت کھڑے ہوں گے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

فتوی نمبر: Gul-2415

تاریخ اجراء: 23 جمادی الاخری 1443ھ / 27 جنوری 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام خود ہی اقامت کہے، تو مقتدی بیٹھ کر اقامت سنیں گے یا کھڑے ہو کر؟ اگر بیٹھ کر سنیں گے، تو کس وقت کھڑے ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر امام ہی تکبیر کہے، تو اب مقتدی تکبیر بیٹھ کر سنیں گے اور تکبیر مکمل ہونے کے بعد نماز کے لیے کھڑے ہوں گے، اس سے پہلے کھڑے نہیں ہوں گے۔

در مختار میں ہے: "اذا اقام الامام بنفسہ فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ" یعنی جب امام خود ہی مسجد میں اقامت کہے، تو مقتدی اقامت مکمل ہونے تک کھڑے نہیں ہوں گے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، جلد 2، صفحہ 216، کوئٹہ)

امام ہی تکبیر کہے، تو اب مقتدیوں کو کھڑے ہونے کی اجازت نہیں۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے محیط برہانی میں ہے: "لانھم لو قاموا قاموا لاجل الصلاۃ ولا وجہ الیہ لانھم تابعون لامامھم وقیام امامھم فی ھذہ الحالۃ لاجل الاقامۃ لا لاجل الصلاۃ" یعنی مقتدیوں کو کھڑا ہونے کی اجازت اس لیے نہیں کہ اگر وہ کھڑے ہوں گے، تو نماز کے لیے کھڑے ہوں گے اور فی الحال نماز کے لیے کھڑے ہونے کی حاجت نہیں، کیونکہ وہ اس معاملے میں اپنے امام کے تابع ہیں اور امام صاحب اس وقت نماز کے لیے نہیں، بلکہ اقامت کہنے کے لیے کھڑے ہیں۔ (المحیط البرھانی، جلد 1، صفحہ 354، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: "اگر خود امام ہی تکبیر کہے، تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہو لے، مقتدی اصلاً کھڑے نہ ہوں۔" (فتاوی رضویہ، جلد 5، صفحہ 381، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی ملک العلماء میں ہے: "امام اور مکبر دونوں ایک ہی شخص ہے اور امام نے مسجد میں آکر تکبیر شروع کی، تو جب تک تکبیر پوری ختم نہ ہو جائے، مقتدی سب کے سب بیٹھے رہیں، کوئی کھڑا نہ ہو۔" (فتاوی ملک العلماء، صفحہ 81، شبیر برادرز، لاهور)

اقامت کے وقت مقتدیوں کے کھڑے ہونے کے متعلق مزید معلومات کے لیے فتاوی ملک العلماء ، صفحہ 81 تا 105 کا مطالعہ فرمائیے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قبلہ رخ اذان دینے کے حوالے سے تفصیل

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1910

تاریخ اجراء: 01 صفر المظفر 1445ھ / 19 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا قبلہ رخ اذان دینا ضروری ہے؟ اگر قبلہ رخ اذان نہ دی گئی تو کیا اذان نہیں ہو گی؟ نیز قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت میں اذان دینے والا گنہگار ہو گا یا نہیں؟ اور نیز بہار شریعت میں قبلہ کے خلاف اذان دینے کو مکروہ لکھا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قبلہ رخ اذان دینا سنتِ متواترہ و متوارثہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے اذان دینے کا یہی طریقہ معہود و معمول رہا ہے۔ لہذا قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت اذان دینا، خلافِ سنت و مکروہ تنزیہی ہے اور ایسی اذان کا اعادہ یعنی دوبارہ سے قبلہ کی طرف رخ کرکے اذان کہنا مستحب ہے تاکہ اذان سنت طریقہ پر ادا ہو جائے۔ البتہ قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت اذان دی گئی تو یہ اذان دینا جائز ہو گا، دینے والا گنہگار نہیں ہو گا اور اذان بھی ہو جائے گی کیونکہ اذان سے جو مقصود تھا یعنی لوگوں کو نماز کے لئے بلانا، تو وہ قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت اذان دینے سے بھی حاصل ہو گیا۔ نیز بہار شریعت میں جو قبلہ کے خلاف اذان دینے کو مکروہ لکھا ہے تو اس سے بھی مکروہ تنزیہی مراد ہے۔

تبیین الحقائق مع حاشیۃ الشلبی میں ہے: ”ویستقبل بهما القبلة؛ لأن بلالا كان يؤذن ويقيم مستقبل القبلة والملك النازل أذن وأقام كذلك؛ ولأنهما مشتملان على الثناء وأحسن أحوال الذاكرين استقبال القبلة ولو ترك الاستقبال جاز لحصول المقصود وهو الإعلام ويكره لتركه المتوارث (أي المعهود في زمنه - صلى الله عليه وسلم - وأصحابه)“ ترجمہ: اور اذان و اقامت میں قبلہ کی طرف رخ ہو کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت قبلہ رو دیا کرتے اور آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے نے بھی اسی

طرح اذان و اقامت کہی تھی اور قبلہ رخ اذان و اقامت اس لئے بھی کہی جائے کیونکہ یہ دونوں ثنا پر مشتمل ہیں اور ذکر کرنے والوں کی بہترین حالت قبلہ رخ ہونا ہے۔ اور اگر قبلہ رخ، اذان و اقامت نہ کہی تو یہ جائز ہے کیونکہ مقصود حاصل ہو گیا اور وہ خبر دینا ہے ہاں ایک متوارث یعنی وہ عمل جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے معہود و معمول ہے اس کے ترک کی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہو گا۔ (تبیین الحقائق، کیفیۃ الاذان والاقامۃ، جلد1، صفحہ91، دار الکتاب الاسلامی)

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: ”(ویستقبل القبلۃ بھما) ویکرہ ترکہ تنزیھا“ ترجمہ: اذان و اقامت قبلہ رخ کہے، اور خلاف قبلہ اذان دینا مکروہ تنزیہی ہے۔ (تنویر الابصار مع در مختار، جلد2، صفحہ69، مطبوعہ کوئٹہ)

رد المحتار میں ہے: ”قولہ: (ویعاد اذان جنب ندبا) زاد القھستانی: والفاجر والراکب والقاعد والماشی والمنحرف عن القبلۃ وعلل الندب بانہ معتد بہ الا انہ ناقص“ ترجمہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ جنبی کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا استحبابی طور پر۔ قہستانی نے مزید کچھ افراد کو زائد کیا کہ فاجر، سوار، بیٹھ کر، چل کر اور قبلہ سے ہٹ کر اذان دینے والے کی بھی اذان کا استحبابی طور پر اعادہ کیا جائے گا اور اعادہ کے مستحب ہونے کی یہ وجہ بیان کی کہ یہ اذان شرعاً ہو گئی مگر (خلاف سنت و مستحب ہونے کی وجہ سے) ناقص طور پر ادا ہوئی۔ (رد المحتار علی الدر المختار، باب الاذان، جلد2، صفحہ75، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اذان کا جواب دینا واجب ہے یا مستحب؟

مجیب: ابو الحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1185

تاریخ اجراء: 23 ربیع الاول 1444ھ / 20 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اذان کا جواب دینا واجب ہے یا مستحب؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

زبان سے اذان کا جواب دینے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ ایک قوی قول یہ ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ جواب دینا مستحب ہے یہی قول مفتی بہ اور راجح تر ہے۔ اور جماعت واجب ہونے کی صورت میں جواب بالقدم یعنی مسجد میں جاکر جماعت میں شامل ہونا راجح قول کے مطابق یہ واجب ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "والذی ینبغی تحریرہ فی ھذا المحل ان الاجابۃ باللسان مستحبۃ وان الاجابۃ بالقدم واجبۃ ان لزم من ترکھا تفویت الجماعۃ" اور اس مقام میں جس بات کا ثبوت مناسب ہے (وہ یہ ہے کہ) بے شک زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے جواب دینا واجب ہے اگر اس کے ترک سے جماعت کو فوت کرنا لازم آئے۔ (ردالمحتار، ج 2، ص 86، مطبوعہ: کوئٹہ)

طحطاوی علی المراقی میں ہے: "اختلف فی الاجابۃ فقیل واجبۃ وھو ظاھر ما فی الخانیۃ والخلاصۃ والتحفۃ والیہ مال الکمال وقیل مندوبۃ وبہ قال مالک والشافعی واحمد وجمھور الفقھاء واختارہ العینی فی شرح البخاری وفی مجمع الانھر عن الجواھر اجابۃ الاذان سنۃ وفی الدرۃ المنیفۃ انھا مستحبۃ علی الاظھر والحاصل انہ اختلف التصحیح فی وجوب الاجابۃ باللسان والاظھر عدمہ. ملخصا" اذان کے جواب کے بارے میں اختلاف ہے پس کہا گیا کہ (اذان کا جواب) واجب ہے اور یہی خانیہ، خلاصہ اور تحفہ کا ظاہر ہے اور اسی کی جانب علامہ کمال علیہ الرحمہ مائل ہوئے اور کہا گیا کہ (اذان کا جواب) مستحب ہے اور یہی امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء نے کہا اور اسی کو علامہ عینی علیہ الرحمہ نے

بخاری کی شرح میں اختیار فرمایاہے اور مجمع الانہر میں جواہر کے حوالہ سے کہ اذان کاجواب دینا سنت ہے اور درہ منیفہ میں ہے کہ اذان کاجواب دینا مستحب ہے اظہر قول کے مطابق اور حاصل یہ ہے کہ زبان سے جواب دینے کے وجوب میں تصحیح کااختلاف ہے اور زیادہ ظاہر اس (کے جواب) کاواجب نہ ہوناہے۔(طحطاوی علی المراقی، ص202، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

نماز جمعہ کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1136

تاریخ اجراء: 09ربیع الاول1444ھ/06اکتوبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ہمارے یہاں جمعے والے دن پہلی اذان ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے زوال کے وقت میں دی جاتی ہے اور زوال کے وقت میں ہی ہم جمعہ کی سنتیں ادا کرتے ہیں، اور پھر جب زوال کا وقت ختم ہوتا ہے تو جمعے کی دوسری اذان ہوتی ہے اور پھر خطبہ ہوتا ہے اور جمعے کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ وہاں موجود ایک شخص کہتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک بھی جمعے والے دن جمعے کا وقت ظہر کا وقت شروع ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے شروع ہوتا ہے اس لیے جمعے والے دن ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے اذان دے سکتے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ کیا یہ بات درست ہے؟ جمعے کے دن زوال کے وقت سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جواب سے پہلے یہ ذہن نشین کرلیں کہ سورج جب خط استوا سے مغرب کی طرف زائل ہوتا ہے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، عوام جس کو زوال کا وقت کہتے ہیں وہ اصل میں ضحوہ کبری کا وقت ہوتا ہے، جو کہ مکروہ وقت ہے، اس میں سوائے نماز جنازہ کے کوئی اور نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اس تمہید کے بعد اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ احناف کے نزدیک جمعہ کا وقت ظہر کے وقت سے ایک گھنٹہ پہلے شروع ہوتا ہے، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں پہلی اذان زوال یعنی ضحوہ کبری کے وقت میں ہوتی تھی، اس نے غلط کہا ہے، کیونکہ صحابہ کرام، تابعین، احناف اور جمہور علمائے امت کے نزدیک ظہر کا وقت ہی جمعہ کا وقت ہے لہذا زوال یعنی ضحوہ کبری کا وقت ختم ہونے پر جمعہ کا وقت شروع ہوتا ہے، اس لیے ضحوہ کبری کا وقت ختم ہونے سے پہلے جمعہ کی پہلی اذان دینا درست نہیں ہے، اگر زوال یعنی ضحوہ کبری کا وقت ختم ہونے سے پہلے جمعہ کی اذان دی تو یہ اذان معتبر نہیں ہوگی، ایسی صورت میں زوال کا وقت ختم ہونے کے بعد جمعہ کی اذان کا اعادہ

ضروری ہوگا۔ نیز عام دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی زوال کے وقت میں کسی بھی قسم کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس لیے جمعہ کے دن بھی زوال کا وقت ختم ہونے کے بعد ہی جمعہ کی سنتیں ادا کی جائیں، اگر کبھی زوال کے وقت میں سنتیں ادا کی ہیں تو اس سے توبہ کرنا بھی ضروری ہے۔

اور جن روایات میں زوال کا وقت شروع ہونے سے پہلے خطبہ اور نماز جمعہ وغیرہ کا ذکر ہے ان کو محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور صحیح احادیث کے مقابل ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہے، جیسا کہ بنایہ شرح ھدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے۔

بنایہ شرح ھدایہ میں احادیث کی روشنی میں جمعہ کا وقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اتفق أصحابنا أن وقتها وقت الظهر، وهو قول جمهور الصحابة والتابعين، وبه قال الشافعي، :لقوله عَلَيْهِ السَّلَامُ إذا مالت الشمس فصل بالناس الجمعة»: واحتجوا في ذلك بحديث أنس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس» رواه البخاري، «وعن سلمة بن الأكوع قال: كنا نجمع مع رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إذا زالت الشمس ثم نرجع نتتبع الفيء» متفق عليه. "ترجمہ: اور ہمارے احناف کے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ظہر کا وقت ہی جمعہ کا وقت ہے، اور یہی جمہو رصحابہ تابعین کا قول ہے اور امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کی نماز ادا کرو" اور فقہاء اس معاملے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ ادا کرتے جب سورج ڈھل جاتا، اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے جب سورج ڈھل جاتا اور پھر ہم زوال کے بعد لوٹتے۔

مزید اسی میں ہے: "وقد قال الشافعي: وقد صلى النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وأبو بكر وعثمان والأئمة بعدهم كل جمعة بعد الزوال "ترجمہ: امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان اور ان کے بعد کے تمام خلفاء زوال کے بعد ہی جمعہ ادا کرتے تھے" (بنایہ، جلد 3، صفحہ 52، مطبوعہ: بیروت)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اذان کے دوران کام کاج کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12292

تاریخ اجراء: 15 ذوالحجۃ الحرام 1443ھ / 15 جولائی 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے وقت بات چیت کر سکتے ہیں یا کوئی کام کاج کر سکتے ہیں؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جب اَذان اور اقامت ہو تو اتنی دیر کے لیے بندہ سلام، کلام، تمام کام کاج روک دے اور اَذان کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ دورانِ تلاوت اگر اذان شروع ہو جائے تو تلاوت روک کر اذان کو سنے اور اس کا جواب دے۔ لہذا ممکنہ صورت میں اپنی گفتگو اور کام کاج وغیرہ روک کر زبان سے اذان کا جواب دینے کا پورا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ احادیثِ مبارکہ میں وارد اس کے متعلق فضائل حاصل ہو سکیں۔

البتہ شرعی مسئلہ ذہن نشین رہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، لہذا اگر کوئی شخص زبان سے اذان کا جواب نہ دے جب بھی وہ شخص گنہگار نہیں ہو گا۔ نیز بعض رخصت کے مواقع بھی موجود ہیں، جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق حیض و نفاس والی عورت، خطبہ سننے والے، نماز میں مشغول، جماع، قضائے حاجت، کھانے پینے اور علم دین سیکھنے سکھانے میں مشغول افراد پر اذان کا جواب نہیں۔

واضح رہے کہ اذان کا جواب نہ دینا محرومی کا سبب بھی ہے، جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جو اَذان کے دوران گفتگو میں مشغول رہے تو معاذ اللہ! اس پر خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے، لہذا حتی الامکان اذان کے دوران کام کاج کرنے اور گفتگو وغیرہ کرنے سے بچنے ہی میں عافیت ہے۔

اذان و اقامت کے دوران کسی کام کاج میں مشغول نہ ہوا جائے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ولا ينبغي أن يتكلم السامع في خلال الأذان والإقامة ولا يشتغل بقراءة القرآن ولا بشيء من الأعمال سوى

الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة۔ کذافي البدائع ”یعنی سامع اذان اور اقامت کے دوران بات چیت نہ کرے، نہ ہی قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو، نہ ہی اذان کے جواب کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو۔ اور اگر وہ تلاوت کر رہا ہو تو چاہیے کہ وہ تلاوت روکے اور اذان سننے اور اس کے جواب دینے میں مشغول ہو، جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 57، مطبوعہ پشاور)

زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اس کا ترک گناہ نہیں۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے: ”في فتاوى قاضي خان إجابة المؤذن فضيلة وإن تركها لا يأثم، وأما قوله عليه الصلاة والسلام {من لم يجب الأذان فلا صلاة له} فمعناه الإجابة بالقدم لا باللسان فقط۔۔۔ ولا يقرأ السامع ولا يسلم ولا يرد السلام ولا يشتغل بشيء سوى الإجابة ولو كان السامع يقرأ يقطع القراءة ويجيب وقال الحلواني الإجابة بالقدم لا باللسان حتى لو أجاب باللسان ولم يمش إلى المسجد لا يكون مجيباً“ یعنی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اذان کے جواب دینے میں فضیلت ہے اور اگر کوئی شخص اذان کا جواب زبان سے نہ دے تو وہ گنہگار نہیں ہو گا۔ بہر حال سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "جو اذان کا جواب نہ دے تو اس کی کوئی نماز نہیں" اس سے مراد اذان کا جواب قدم سے دینا ہے نہ کہ فقط زبان سے اذان کا جواب دینا۔۔۔ سامع اذان کے دوران تلاوت نہ کرے، نہ ہی کسی کو سلام کرے اور نہ ہی سلام کا جواب دے، نہ ہی اذان کے جواب کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو۔ اور اگر سامع قرآن کی تلاوت کر رہا ہو تو وہ تلاوت روکے اور اذان کا جواب دے۔ امام حلوانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اجابت بالقدم کا حکم ہے نہ کہ فقط اجابت باللسان کا، لہذا اگر کوئی شخص زبان سے اذان کا جواب دے اور چل کر مسجد کی طرف نہ جائے تو اس صورت میں وہ مجیب نہ ہو گا۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 451-450، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

فتاوی شامی میں ہے: ”قال الحلواني: ان الاجابة باللسان مندوبة والواجبة هي الاجابة بالقدم۔“ یعنی امام حلوانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے البتہ جس پر جماعت واجب ہو اس کے لیے قدم سے جواب دینا یہ واجب ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 80، مطبوعہ کوئٹہ)

کن مواقع پر اذان کا جواب نہیں اس کے متعلق درِ مختار میں ہے: ” (من سمع الاذان) ولو جنباً لا حائضاً و نفساء و سامع خطبة و فی صلاۃ جنازۃ و جماع، و مستراح و اکل و تعلیم علم و تعلمه۔“ یعنی جو اذان سنے تو اس کا جواب دے اگرچہ وہ جنبی ہو مگر حیض و نفاس والی عورت، خطبہ سننے والا، نمازِ جنازہ میں مشغول، جماع،

قضائے حاجت، کھانے پینے اور علمِ دین سیکھنے سکھانے میں مشغول افراد پر اذان کا جواب نہیں۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص81، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "جنب بھی اَذان کا جواب دے۔ حیض و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضائے حاجت میں ہو، ان پر جواب نہیں۔ **جب اَذان ہو، تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جواب سلام، تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اَذان کی آواز آئے، تو تلاوت موقوف کر دے اور اَذان کو غور سے سُنے اور جواب دے۔ یوہیں اِقامت میں۔ جو اَذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔**" (بہار شریعت، ج01، ص473، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اذان میں حروف کی ادائیگی درست نہ ہو، تو ایسی اذان کا حکم اور اس کا جواب دینا کیسا؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-980

تاریخ اجراء: 29ذوالقعدۃالحرام1444ھ /19جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اذان میں اگر حروف کی ادائیگی، مخارج کی ادائیگی میں غلطی ہو تو ایسی اذان ہو جائے گی؟ اور اس کا جواب دینا ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر تلفظ اور مخارج غلط ہونے کی وجہ سے اذان کے الفاظ بگڑ جائیں مثلاً اللہ اکبر کو آللہ اکبریا "حی" کو 'ھی' وغیر کہے، تو اب یہ لحن کے حکم میں ہے ایسی اذان دینا حرام ہے اور اس کا جواب بھی نہ دیا جائے بلکہ سنی بھی نہ جائے اور جب اذان ہی صحیح نہیں ہوئی تو ایسی اذان کو دوبارہ ضرور لوٹانا چاہئے۔

ردالمحتار میں ہے: "لو کان بعض کلماته غیر عربی او ملحونا لا تجب علیه الاجابة فی الباقی لانه حینئذ لیس اذانا مسنونا کما لو کان کله کذلک او کان قبل الوقت او من جنب او امراۃ" یعنی اگر بعض کلمات غیر عربی میں کہے یا ان میں لحن تھا، تو باقی اذان کا جواب بھی اس پر واجب نہیں کیونکہ اس وقت یہ مسنون اذان نہیں جیسا کہ اگر پوری اذان ہی ایسے ہو یا وقت سے پہلے ہو یا جنبی یا عورت نے اذان کہی ہو۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ82، مطبوعہ: بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کلمات اَذان میں لحن حرام ہے، مثلاً اللہ یا اکبر کے ہمزے کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھنا، یوہیں اکبر میں بے کے بعد الف بڑھانا حرام ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد03، صفحہ468، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفتی عبد المنان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی اذان و اقامت کے بارے میں سوال ہوا جس میں اشھد، کو اسھد۔ محمد کو مھمد۔ حی کو ھی۔ الفلاح کو الفلا۔ قد قامت کو کد کامت۔ وغیرہ کہا گیا اس کے **جواب میں فرماتے ہیں:** "سائل نے

اپنی تحریر میں اذان کی جن غلطیوں کی نشان دہی کی ہے ان میں بعض کو فقہ کی اصطلاح میں لحن کہتے ہیں ایسی اذان کا جواب نہ دیا جائے بلکہ سنا بھی نہ جائے۔ ایسی اذان کہنا حرام ہے (بہار شریعت) بعض ایسی صورت میں جب اذان مکروہ ہو اعادہ کا حکم ہے تو جب اذان صحیح ہی نہیں ہوئی تو ضرور لوٹانا چاہئے۔ واللہ تعالی اعلم" (فتاوی بحر العلوم جلد 01، صفحہ 153،154، شبیر برادرز، لاہور)

تنبیہ! اذان کیلئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو اذان کے الفاظ درست و صحیح ادا کرنے پر قادر ہو ورنہ اذان ہو گی نہیں تو ترک اذان کا وبال آئے گا کہ جماعت مستحبہ کیلئے اذان کہنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ مثل واجب کے ہے۔

فتاوی بحر العلوم میں ہے: "یہ جان کر کہ غلط اذان کہتا ہے، اس کو موذن مقرر کرنا منع ہے۔" (فتاوی بحر العلوم، جلد 4، صفحہ 174، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ریفرینس نمبر: Faj-5293　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　تاریخ: 06-03-2019

کیا امام کا اقامت کے وقت مصلے پر موجود ہونا ضروری ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اقامت کے وقت امام کا مصلیٰ پر ہونا ضروری ہے؟ اگر کوئی امام صاحب مسجد میں ہوتے ہوئے بھی مصلی پر نہ بیٹھیں، بلکہ جب مؤذن اقامت کہتے ہوئے "قد قامت الصلوٰۃ" تک پہنچے اس وقت امام صاحب مصلی پر آئیں، تو ان کا ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں امام صاحب پر شرعاً کوئی الزام نہیں۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ اقامت کے وقت مصلے پر تشریف فرما نہیں ہوتے تھے چنانچہ ایک موقع پر فرمایا کہ اگر اقامت کھڑی ہو جائے تو جب تک مجھے آتا نہ دیکھ لو اس وقت تک نماز کے لیے کھڑے نہ ہو، لہٰذا معلوم ہوا کہ اقامت کے وقت امام کا مصلیٰ پر ہونا ضروری نہیں۔

البتہ امام کو چاہیے کہ اقامت کے بعد جائے نماز پر آنے میں اتنی تاخیر نہ کرے جس سے نمازیوں کو تشویش ہو اور وہ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنا شروع کر دیں اور مؤذن نماز پڑھانے کی تیاری شروع کر دے بعد میں آواز آئے کہ ٹھہرو امام صاحب آرہے ہیں، کبھی کبھار اور عذر ہو تو ایسا ہونا سمجھ میں آتا ہے، لیکن مستقل نمازیوں کو تشویش میں مبتلا کرنا درست عمل نہیں، لہٰذا امام حی علی الفلاح کے وقت مصلے پر پہنچ جائے، اس کا التزام کیا جائے خاص مصلی پر اس کا موجود ہونا ضروری نہیں۔

صحیح بخاری شریف کی حدیثِ مبارک ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ

فلا تقوموا حتی ترونی " یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک مت کھڑے ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔

(صحیح البخاری، جلد1، صفحہ88، مطبوعہ کراچی)

بدائع الصنائع میں ہے:"فان کان خارج المسجد لا يقومون ما لم يحضر لقول النبي صلى الله عليه وسلم: لا تقوموا في الصف حتى تروني خرجت "یعنی اگر امام خارجِ مسجد ہو تو مقتدی اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام حاضر نہ ہو جائے سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ "جب تک مجھے آتا نہ دیکھ لو اس وقت تک نماز کے لئے صف میں کھڑے نہ ہو۔"

(بدائع الصنائع، جلد2، صفحہ31، مطبوعہ دار الحدیث قاھرۃ)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ "امام مصلیٰ پر نہیں ہے، **مسجد کے صحن میں کھڑا یا بیٹھا ہے** یا بیرونِ مسجد حجرہ میں ہے اور مکبر نے اقامت شروع کر دی، یہ جائز ہے یا نہیں؟"آپ علیہ الرحمۃ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:"تکبیر شروع کر دینا جائز ہے اور یہی طریقہ زمانہ رسالت میں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم حجرہ میں ہوتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تکبیر کہہ دیا کرتے تھے، بوقتِ تکبیر امام کا مصلیٰ پر ہونا نہ واجب نہ سنت نہ مستحب مصلیٰ پر ہو یا نہ ہو دونوں برابر۔" (فتاویٰ امجدیہ، جلد1، صفحہ67، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

فتاویٰ اجملیہ میں ہے:"**بوقت تکبیر امام کا مصلے پر ہونا ضروری نہیں ہے** یہاں تک کہ اگر امام بعد تکبیر آیا تو اس تکبیر کو دوبارہ کہنے کی ضرورت نہیں۔" (فتاویٰ اجملیہ، جلد2، صفحہ42، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

28 جمادی الثانی 1440ھ/06 مارچ 2019ء

رمضان میں اذان مغرب اور نماز کے دوران 10 منٹ کا وقفہ کرنا کیسا؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: pin-6937 تاریخ: 28-03-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1) ہمارے ہاں عام طور پر رمضان المبارک میں افطار کے وقت اذانِ مغرب دی جاتی ہے اور پھر دس منٹ کا وقفہ کیا جاتا ہے، تاکہ عوام افطاری کرلے اور پھر نمازِ مغرب ادا کی جاتی ہے، کیا اذانِ مغرب اور نمازِ مغرب میں یہ دس منٹ کا وقفہ کرنا شرعاً درست ہے؟

(2) کیا اسلامی ملک ہونے کی وجہ سے رمضان میں روزہ اذان کے ساتھ افطار کرنا لازمی ہے؟ اگر وقت پورا ہونے پر کوئی اشارہ مل جائے، مثلاً: مسجد میں اعلان ہو جائے کہ روزہ دار روزہ افطار کرلیں، تو اس سے بھی روزہ افطار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(3) اگر اذانِ مغرب اور نمازِ مغرب کے درمیان دس منٹ کے وقفہ کی قباحت سے بچنے کے لیے روزہ اعلان کے ساتھ افطار کرادیا جائے اور پھر افطار کے دس منٹ بعد اذان دی جائے، پھر اذان کے فوراً بعد نماز ادا کر دی جائے، تو اس طریقہ کار کے بارے میں شریعت کیا فرماتی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) سورج غروب ہونے کا جب یقین ہو جائے، تو اذان مغرب میں تاخیر نہ کی جائے اور اذان کے بعد بلا تاخیر جماعت قائم کی جائے، جب کہ تاخیر کا کوئی شرعی عذر نہ ہو، کیونکہ مغرب کی نماز ہمیشہ یعنی سردی وگرمی میں غروب آفتاب کے بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے، اس میں دو رکعت پڑھنے کی مقدار سے زیادہ کی بلا عذر تاخیر مکروہ تنزیہی اور اتنی تاخیر کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی نظر آنے لگیں مکروہ تحریمی ہے۔

اور اگر کوئی خاص شرعی عذر ہو، تو اذان اور جماعت کے درمیان کچھ دیر کی تاخیر ہو سکتی ہے، جیسے اگر کچھ لوگ وضو کر رہے ہیں، تو ان کے انتظار میں چند منٹ تاخیر کرنے کی علماء نے اجازت دی ہے، اسی طرح رمضان المبارک میں

علمائے کرام نے آٹھ دس منٹ تک تاخیر کی اجازت دی ہے، تاکہ لوگ افطاری کر کے بآسانی مسجد میں جماعت کے ساتھ شریک ہو کر نماز ادا کر سکیں اور یہ شرعاً مطلوب بھی ہے، کیونکہ کھانا حاضر ہو اور بھوک کی شدت بھی ہو، کھانے کی طرف اشتہاء ہو اور نماز کے دوران بھوک کی وجہ سے کھانے کی طرف دل لگا رہنے کا گمان ہو، تو جماعت چھوڑ کر کھانا کھانے کی فقہاء نے اجازت دی ہے، تو روزے کی حالت میں پورا دن بھوکا پیاسا رہنے کی وجہ سے عموماً افطار کے وقت یہی کیفیت ہوتی ہے، لہذا رمضان المبارک میں مغرب کی اذان اور جماعت کے درمیان دس منٹ کا وقفہ کرنا شرعاً درست ہے، تاکہ لوگ کچھ کھا پی کر جماعت میں شریک ہوں۔

حدیث مبارک میں ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن أول وقت المغرب حين تغرب الشمس وإن أخر وقتها حين يغيب الشفق "یعنی مغرب کا اول وقت اس وقت ہے کہ سورج غروب ہو جائے، اور اس کا آخر وقت وہ ہے جب شفق ڈوب جائے۔ **(ترمذی، جلد1، صفحہ40، مطبوعہ کراچی)**

درمختار میں ہے: "والمستحب تعجيل مغرب مطلقاً وتأخيره قدر ركعتين يكره تنزيهاً" اور مغرب میں ہمیشہ جلدی کرنا مستحب ہے اور دو رکعتوں کی مقدار تاخیر مکروہ تنزیہی ہے۔

اس کے تحت علامہ شامی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "أفاد أن المراد بالتعجيل أن لا يفصل بين الأذان والإقامة بغير جلسة أو سكتة على الخلاف، وأن ما في "القنية" من استثناء التأخير القليل محمول على ما دون الركعتين، وأن الزائد على القليل إلى اشتباك النجوم مكروه تنزيهاً، وما بعده تحريماً إلا بعذر كما مر" اس سے فائدہ ظاہر ہوا کہ تعجیل سے مراد یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان بغیر بیٹھے اور بغیر سکتہ کے فاصلہ نہ کرے، یہ مسئلہ اختلافی ہے اور جو "قنیہ" میں تھوڑی تاخیر کا استثناء ہے، وہ دو رکعتوں سے کم پر محمول ہے، اور جو اس قلیل سے زائد، ستاروں کے ظاہر ہونے تک (یعنی ستاروں کے گچھے نمودار ہونے سے پہلے تک) تاخیر ہے، وہ مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کے بعد (کہ جب چھوٹے چھوٹے ستارے بھی نظر آنا شروع ہو جائیں تو) مکروہ تحریمی ہے، مگر یہ کہ عذر کی بنا پر ہو (تو مکروہ تحریمی نہیں)، جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ35، مطبوعہ پشاور)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "غروب کا جس وقت یقین ہو جائے، اصلاً دیر اذان و افطار میں نہ کیا جائے، اس کی اذان و جماعت میں فاصلہ نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد5، صفحہ321، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گُتھ گئے، تو مکروہ تحریمی۔" (بہار شریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 453، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وضو کرنے والے لوگوں کے لیے مغرب کی اذان کے بعد جماعت میں تاخیر اور انتظار کرنے کے بارے میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "اس انتظار میں کچھ حرج نہیں کہ اعانت علی البر ہے، قال اللہ تعالی ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى﴾ "غنیہ میں ہے: "و ینبغی للمؤذن أن ینتظر الناس و إن بضعیف مستعجل أقام له" (فتاوی امجدیہ، جلد 1، صفحہ 168، مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جماعت کے وقت کھانا تیار ہو کر سامنے آجانے کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے، تو بھوک کے سبب دل کھانے میں لگا رہے یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں، روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی، تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا وقت نہ آئے گی، نہ اسے ایسی بھوک ہے، تو جماعت نہ کھوئے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 229، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

(2) روزہ کھولنے کے لیے مغرب کی اذان کا ہونا یا اذان کا انتظار کرنا ضروری نہیں، جس بھی طریقے سے غروب کا یقین ہو جائے، اس کے بعد روزہ افطار کیا جا سکتا ہے، اذان تو مغرب کی نماز کے لیے ہوتی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین یعنی پورا ظن غالب ہو جائے، اس وقت افطار کیا جائے، اس کے بعد دیر لگانا نہ چاہیے، یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں اور جو عالم مقتدا ہو اور علم توقیت جانتا ہو اور اسے قرائن صحیحہ سے غروب کا یقین ہو گیا ہو، وہ افطار کا فتوی دے سکتا ہے، اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردد ہو۔" (فتاوی رضویہ، جلد 5، صفحہ 325، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

مفتی جلال الدین امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "سورج ڈوبنے کے بعد بلا تاخیر فوراً افطار کریں، اذان کا انتظار نہ کریں اور جو لوگ اذان سے غروب آفتاب پر مطلع ہوتے ہیں، انہیں

چاہیے کہ اذان ہوتے ہی فوراً افطار کریں، ختم اذان تک افطار کو مؤخر نہ کریں، حدیث شریف میں ہے، کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:"إن أحب عبادي إلى أعجلهم فطراً" یعنی مجھے اپنے بندوں میں وہ شخص زیادہ پیارا ہے، جو ان میں سب سے زیادہ جلد افطار کرتا ہے۔

اس لیے سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا معمول تھا کہ سورج ڈوبنے سے پہلے کسی صحابی کو حکم فرماتے کہ وہ بلندی پر جا کر سورج کو دیکھتا رہے، صحابی سورج کو دیکھتے رہتے اور حضور ان کی خبر کے منتظر رہتے، جیسے ہی صحابی عرض کرتے کہ سورج ڈوب گیا، حضور فوراً خرما تناول فرماتے۔" **(فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ513، شبیر برادر، لاہور)**

(3) اس کا جواب پہلے اور دوسرے سوالات کے جوابات میں آگیا کہ سورج غروب ہونے کا جب یقین ہو جائے، تو اذان مغرب میں تاخیر نہ کی جائے، بلکہ فوراً اذان دی جائے اور رمضان المبارک میں عذر کی وجہ سے مغرب کی اذان اور جماعت کے درمیان دس منٹ کا وقفہ کرنا شرعاً درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لہذا اب روزہ کھولنے کے لیے اذان کے علاوہ کسی اور اعلان وغیرہ کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــه

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

24 شعبان المعظم 1443ھ 28 مارچ 2022ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

سمجھدار نابالغ بچے کی اذان کا حکم

1

ریفرنس نمبر:SAR-7676 تاریخ:27-12-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اوقات ہماری مسجد میں نابالغ سمجھ دار بچے اذان دیتے ہیں، کیااُن کا اذان دینا معتبر و صحیح ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

نابالغ اگر سمجھ دار ہو، مخارِج درست ہوں اور لوگ بھی اُس کی دی ہوئی اذان کو اذان ہی سمجھیں، تو ایسے نابالغ کا اذان دینا جائز، مگر مکروہ تنزیہی ہے، لہذا بہتر، مناسب اور اَولیٰ یہی ہے کہ کوئی بالغ اذان دے، تاکہ لوگ تشویش میں مبتلا نہ ہوں، لیکن نابالغ کے بجائے بالغ کا اذان دینا بھی اس صورت میں ہے ، جب صحیح اذان دینے والا موجود ہو اور اگر ایسا ہو کہ اگر نابالغ اذان نہیں دے گا، تو کوئی دوسرا ایسا شخص اذان دے گا، جس کے مخارج غلط، الفاظ کی ادائیگی غلط اور اذان ہی غلط ہو، تو ایسے سے سوگنا بہتر ہے کہ نابالغ ہی اذان دیدے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں:" یجوز بلا کراھۃ أذان صبی مراھق "ترجمہ: قریب البلوغ بچے کی اذان بلا کراہت جائز ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد2، باب الاذان، صفحہ73، مطبوعہ کوئٹہ)

اِس کے تحت علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں:أي تحريمية لأن التنزيهية ثابتة لما في البحر عن الخلاصة أن غيرهم أولى منهم، أقول: وقدمنا أول كتاب الطهارة الكلام في أن خلاف الأولى مكروه۔۔۔المراد به العاقل

وإن لم يراهق "ترجمہ: بلا کراہت جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ مکروہِ تحریمی نہیں ہے، کیونکہ تنزیہی ہونا تو بہر صورت ثابت ہی ہے۔ بحر الرائق میں خلاصۃ الفتاویٰ سے منقول ہے کہ اُن (نابالغ) کے علاوہ کسی بالغ کا اذان دینا اَولیٰ ہے۔ میں (علامہ شامی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ) یہ کہتا ہوں کہ "کتاب الطھارۃ" کے شروع میں یہ کلام گزر چکا ہے کہ خلافِ اَولیٰ مکروہِ تنزیہی ہوتا ہے۔ لفظِ (مراہق) سے سمجھ دار بچہ مراد ہے، اگرچہ وہ مراہق یعنی قریب البلوغ نہ ہو۔

(ردالمحتار مع درمختار، جلد2، باب الاذان، صفحہ73، مطبوعہ کوئٹہ)

امامِ اہلسنت، امام اَحْمد رضا خان رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: "نابالغ اگر عاقل ہے اور اُس کی اذان اذان سمجھی جائے، تو جائز ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد5، صفحہ420، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1367ھ / 1947ء) لکھتے ہیں: "نابالغ اگر سمجھ والا ہے، تو بلا کراہت اذان دے سکتا ہے، مگر بالغ اذان کہے تو بہتر ہے۔

(فتاویٰ امجدیہ، جلد1، صفحہ52، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22 جمادی الاولیٰ 1443ھ / 27 دسمبر 2021ء

دوافراد کا مل کر اذان کا ایک ایک کلمہ پڑھنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:SAR-7670 تاریخ:25-12-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ دولوگ اگر اِس طرح اذان دیں کہ ایک، ایک کلمہ کہے اور دوسرا، دوسرا کلمہ کہے، تو کیا اس طرح اذان ہو جائے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

دو افراد کا ایک ساتھ یوں اذان دینا کہ ایک، ایک کلمہ کہے اور دوسرا، دوسرا کلمہ کہے، تو اس طرح اذان دینا درست نہیں، کیونکہ یہ انداز بدعت اور طریقۂ متوارثہ یعنی نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے سے لے کر اب تک رائج انداز کے مخالف ہے، حالانکہ اذان کے معاملے میں طریقہ متوارثہ پر کاربند رہنا ضروری ہے، اِسی وجہ سے فقہائے احناف نے عورت کی اذان اور جماعت کے لیے بیٹھ کر اذان دینے کو بدعت اور مکروہ کہا، کیونکہ یہ متوارث یعنی اہلِ اسلام میں کبھی بھی رائج نہیں رہا کہ عورت اذان دے یا مؤذِّن بیٹھ کر اذان کہے۔

چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:587ھ/1191ء) لکھتے ہیں:"یکرہ أذان المرأۃ باتفاق الروایات۔۔۔لأن أذان النساء لم یکن في السلف فکان من المحدثات وقد قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: کل محدثۃ بدعۃ" ترجمہ: عورت کا اذان دینا بالاتفاق مکروہ ہے، کیونکہ گزشتہ زمانے میں کبھی بھی عورت کا اذان دینا ثابت نہیں ہے، لہذا یہ محدَثات یعنی نئے کاموں میں سے ہے اور نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے واضح فرمایا کہ (دین اسلام میں) ہر نئی چیز (جو رافعِ سُنّت ہو، وہ) بدعت ہے۔

(بدائع الصنائع، جلد1، فصل فیما یرجع الی صفات المؤذن، صفحہ 645، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

یونہی بیٹھ کر اذان دینا بھی مخالفِ طریقہ متوارثہ ہے، چنانچہ "بدائع الصنائع" میں ہی ہے:"أن یؤذن قائما إذا أذن للجماعۃ، ویکرہ قاعدا؛ لأن النازل من السماء أذن قائما حیث وقف علی جذم حائط، وکذا

الناس توارثوا ذلک فعلا، فکان تارکہ مسیئا لمخالفتہ النازل من السماء وإجماع الخلق ”ترجمہ: مُؤَذِّن جب جماعت کے لیے اذان دے تو کھڑا ہو کر دے، بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے، کیونکہ آسمان سے اترنے والے فرشتے نے دیوار پر کھڑے ہو کر اذان دی تھی، یونہی لوگوں کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے، تو گویا اِسے چھوڑنے والا آسمان سے اترنے والے اور مخلوق کے اجماع کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہو گا۔

(بدائع الصنائع، جلد1، فصل فیمایرجع الی صفات المؤذن، صفحہ648، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

مذکورہ بالا دونوں جزئیات ذکر کرنے کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اذان کے معاملے میں توارُث کا خیال رکھنا ضروری ہے، یعنی جو انداز اہلِ اسلام میں ہمیشہ سے رائج رہا ہے، اُسی کے مطابق اذان دی جائے، لہذا مُؤَذِّن کا ایک ہونا بھی ہمیشہ سے متوارِث ہے، لہذا اب بھی ایک ہی مُؤَذِّن اذان دے، دو کا ایک ساتھ مل کر اذان دینا درست نہیں۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

20جمادی الاولی1443ھ/25دسمبر2021ء

ایک شخص نے اذان دی، تو دوسرے کا اقامت کہنا کیسا؟

ریفرنس نمبر: SAR-7643 تاریخ: 15.12.2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص نے اذان دی اور خود کہیں چلا گیا، تو کوئی دوسرا شخص تکبیرِ اقامت کہہ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جو شخص اذان دے تکبیرِ اقامت کہنا بھی اسی کا حق ہے، مؤذن کے موجود ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کا تکبیرِ اقامت کہنا، مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے، جبکہ اس سے مؤذن کو ناگوار گزرتا ہو، لیکن اگر کوئی دوسرا شخص مؤذن کی اجازت سے اقامت کہے، یا بغیر اجازت کے کہے اور اس سے مؤذن کو ناگوار محسوس نہ ہو، یا اذان دینے والا موجود ہی نہ ہو، تو دوسرے شخص کا تکبیرِ اقامت کہنا بلا کراہت جائز ہے۔

یاد رہے! جس نے نماز نہیں پڑھی، وہ مؤذن ہو خواہ کوئی اور شخص، اُسے نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد بلا ضرورت مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے، ہاں ضرورت ہو، مثلاً کسی دوسری مسجد کا امام یا منتظم ہے یا استنجے وغیرہ کی حاجت ہے یا ضرورت تو نہیں، لیکن جماعت تک واپس آنے کا ارادہ ہو، تب بھی جا سکتا ہے۔

تکبیرِ اقامت مؤذن کا حق ہے، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: "عن زیاد بن الحارث الصدائي، قال: أمرني رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن أؤذن في صلاة الفجر، فأذنت، فأراد بلال أن يقيم، فقال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن أخا صداء قد أذن، ومن أذن فهو يقيم" ترجمہ: حضرت زیاد بن حارث صدائی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ نمازِ فجر میں رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے اَذان کہنے کا حکم دیا، میں نے اَذان کہی، حضرت بلال رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے اِقامت کہنا چاہی، تو آپ

صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: صدائی نے اَذان کہی اور جو اَذان دے، وہی اِقامت کہے۔
(جامع الترمذي، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء أن من أذن فھویقیم، جلد1، صفحہ148، مطبوعہ لاھور)

مذکورہ بالاحدیثِ پاک کے تحت المفاتیح شرح مصابیح میں ہے:"یعني: الاقامة حقّ من أذّن، ویکرہ أن یقیم غیر من أذّن إلا برضاہ"ترجمہ:یعنی اقامت کہنا اسی کا حق ہے جس نے اذان دی، دوسرے شخص کا مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا مکروہ ہے۔
(المفاتیح في شرح المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، جلد2، صفحہ44، مطبوعہ دار النوادر، الکویتیہ)

اور تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:"(أقام غیر من أذن بغیبتہ) أي المؤذن (لا یکرہ مطلقاً)، وإن بحضورہ کرہ إن لحقہ وحشۃ"ترجمہ:مؤذن کی عدم موجودگی میں کسی اور شخص کا اقامت کہنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے، ہاں اگر مؤذن موجود ہو اور اسے ناگوار بھی گزرے گا، تو کسی اور کا اقامت کہنا مکروہ ہے۔
(تنویرالابصارمع درمختار، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، جلد2، صفحہ79، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"والأفضل أن یکون المؤذن ھو المقیم، کذا في الکافي، وإن أذن رجل وأقام آخر، إن غاب الأول جاز من غیر کراھۃ، وإن کان حاضراً ویلحقہ الوحشۃ بإقامۃ غیرہ یکرہ، وإن رضي بہ لا یکرہ"ترجمہ:افضل یہی ہے کہ مؤذن ہی اقامت کہے، یونہی کافی میں ہے اور اگر ایک شخص اذان دے اور دوسرا اقامت کہے، تو اگر پہلا شخص (یعنی مؤذن) موجود نہ ہو، تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر پہلا شخص (یعنی مؤذن) موجود ہو اور اسے ناگوار بھی محسوس ہو، تو دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ ہے اور اگر مؤذن راضی ہو، تو مکروہ بھی نہیں۔
(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني في الأذان، الفصل الاول فی صفۃ الاذان، جلد1، صفحہ54، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:"اگر مؤذن موجود ہے، تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کے لیے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لیے کہے، شرعی عذر، مثلاً: اس

کی اقامت لحن پر مشتمل ہو، اجازت مؤذن کے بغیر اقامت کہنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔"
(فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلوۃ، جلد 5، صفحہ 418، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1367ھ / 1947ء) لکھتے ہیں: "جس نے اَذان کہی، اگر موجود نہیں، تو جو چاہے اِقامت کہہ لے اور بہتر امام ہے اور مؤذن موجود ہے، تو اس کی اجازت سے دوسرا کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا حق ہے اور اگر بے اجازت کہی اور مؤذن کو ناگوار ہو، تو مکروہ ہے۔"
(بہار شریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 470، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کے متعلق امامِ اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں:
"مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے۔ایک یہ کہ وہ خروج بے حاجت ہو ورنہ بلاشبہ جائز ہے، مثلاً: جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے، وہ بعد اذان بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جاسکتا ہے، یونہی جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سنی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں۔ دوسرے یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں، اگرچہ بے ضرورت ہی سہی۔"
(فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلوۃ، جلد 7، صفحہ 450، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

10 جمادی الاولی 1443ھ/15 دسمبر 2021ء

صفیں سیدھی رکھنے اور اقامت کے بعد صفیں درست کرنے کا اعلان کرنے کا حکم

ریفرنس نمبر: pin 6687

تاریخ: 28:02:2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ

(1) صف میں کندھے سے کندھا مَس یعنی ملا ہوا ہونا واجب، سنت یا مستحب کیا ہے؟

(2) جب اقامت کہی جائے، تو اس کے بعد امام کا صفیں درست کروانے کے لیے یہ اعلان کرنا کیسا ہے کہ اپنی ایڑیاں گردنیں اور کندھے ایک سیدھ میں کر کے صفیں سیدھی کرلیں اور کندھے سے کندھا مَس یعنی ٹچ کیا ہوا رکھنا واجب ہے۔۔۔؟ بعض لوگ کہتے ہیں اقامت ہو جانے کے بعد ایسے اعلان نہیں کرسکتے۔ کیا یہ درست ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) صفوں میں کندھے سے کندھا ملا کر رکھنا یعنی آپس میں ایسے مل کر کھڑا ہونا واجب ہے کہ درمیان میں بالکل بھی فاصلہ نہ ہو، کیونکہ شریعتِ مطہرہ میں نماز کی صفوں کے حوالے سے تین چیزوں کی بہت زیادہ تاکید ہے۔ (۱) **تسویہ**: یعنی نماز کی صفیں بالکل سیدھی ہوں اس طرح کہ مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں، سب کی گردنیں، شانے (کندھے) اور ٹخنے ایک سیدھ میں ہوں۔ (۲) **اتمام**: یعنی جب تک اگلی صف مکمل نہ ہو جائے، اُس وقت تک دوسری صف شروع نہ کی جائے۔ (۳) **تراص**: یعنی نمازی ایک دوسرے کے ساتھ خوب مل کر کھڑے ہوں، اس طرح کہ ایک کا کندھا دوسرے کے کندھے کے ساتھ ملا ہو، ان میں بالکل بھی فاصلہ نہ ہو۔ یہ تینوں چیزیں واجب ہیں، بلاعذرِ شرعی ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑنا، ناجائز اور گناہ ہے۔ البتہ صفوں کے واجبات میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے، تو اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ واجب نہیں ہوگا۔

نماز میں صفوں کے مذکورہ واجبات کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تسویۂ صفوف کے متعلق ارشاد فرمایا: ”سووا صفوفکم “ترجمہ: اپنی صفیں سیدھی کرو۔ **(صحیح مسلم، ج1، ص182، مطبوعہ کراچی)**

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اتمامِ صفوف کے متعلق ارشاد فرمایا: ”اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر“ ترجمہ: آگے والی صف کو مکمل کرو پھر اس کے بعد والی کو، پس جو کمی ہو، وہ آخری صف

میں ہو۔ (مسند احمد بن حنبل، ج21، ص114، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

ایک اور حدیث میں تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونے کا حکم دیتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الا تصفون خلفی کما تصف الملائکۃ عند ربھم؟ قالو! و کیف تصف الملائکۃ عند ربھم؟ قال: یتمون الصفوف المقدمۃ ویتراصون فی الصف" ترجمہ: تم میرے پیچھے اس طرح صف کیوں نہیں بناتے، جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور صف بناتے ہیں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: فرشتے اپنے رب کے حضور کیسے صف بناتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(سنن ابی داؤد، ج1، ص106، مطبوعہ لاھور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن صف کے واجبات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "دربارۂ صفوف شرعاً تین باتیں بتاکیدِ اکید ماموربہ ہیں اور تینوں آج کل معاذاللہ کالمتروک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔ **اول تسویہ** کہ صف برابر ہو، خم نہ ہو، کج نہ ہو، مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں، سب کی گردنیں، شانے، ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے، عمود ہو۔۔۔ دوم: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو، دوسری نہ کریں، اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے، مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی، اسے بغیر پورا کیے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا، اس نے اگلی صف میں نقصان پایا، تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے، کہ انہوں نے مخالفتِ حکم شرع کرکے خود اپنی حرمت ساقط کی۔ جو اس طرح صف پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے مغفرت فرمائے گا۔۔۔ سوم: تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ ترجمہ: گویا وہ عمارت ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں، تو سب درزیں بھر جاتی ہیں، کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے۔۔۔ یہ بھی اسی اتمام صفوف کے متممات سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں" کما حققناہ فی فتاونا و کثیر من الناس عنہ غافلون" ترجمہ: جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کر دی ہے اور بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج7، ص219 تا223، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

صفوں کے واجبات میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے، تو اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ واجب نہیں ہو گا۔ چنانچہ جب حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے، تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ہمارے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے خلاف کون سی بات دیکھی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "ما انکرت شیئا الا انکم لا

تقیمون الصفوف" ترجمہ: میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی، سوائے اس بات کے کہ تم صفوں کو سیدھا نہیں کرتے۔

(صحیح بخاری، ج1، ص100، مطبوعہ کراچی)

اس حدیث مبارک کے تحت علامہ بدر الدین عینی الحنفی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:" ومع القول بوجوب التسویۃ فترکھا لا یضر صلاتہ لانھا خارجۃ عن حقیقۃ الصلاۃ الا تری ان انسا (رضی اللہ عنہ) مع انکارہ علیھم لم یامرھم باعادۃ الصلاۃ" ترجمہ: اور صف سیدھی رکھنے کے وجوب والے قول کے مطابق بھی اس کا ترک نماز میں نقصان پیدا نہیں کرے گا، کیونکہ یہ نماز کی حقیقت سے خارج ہے، کیا دیکھتے نہیں کہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ان کے اس فعل کو ناپسند کرنے کے باوجود انہیں نماز کے اعادے کا حکم نہیں دیا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج4، ص359، مطبوعہ ملتان)

(2) جب اقامت کہی جائے، تو اس کے بعد امام کا مقتدیوں کو صفیں درست کرنے کی تلقین کرنا یا مخصوص اعلان کرنا کہ جس میں صفوں کے واجبات کی طرف نمازیوں کو توجہ دلائی جائے، یہ بالکل جائز ہے، بلکہ متعدد احادیث طیّبہ سے ثبوت ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اقامت ہو جانے کے بعد صفیں درست کرواتے تھے۔ نیز خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی معمول تھا۔

حضرت سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:" کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بھا القداح حتی رای انا قد عقلنا عنہ ثم خرج یوما فقام حتی کاد یکبر فرای رجلا بادیا صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم لیخالفن اللہ بین وجوھکم" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم ہماری صفیں اتنی سیدھی کرواتے تھے کہ گویا ان کے ذریعے تیروں کو سیدھا کرتے ہوں حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیکھا کہ ہم یہ بات سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک دن حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم (نماز کے لیے) تشریف لائے اور قریب تھا کہ نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نظر مبارک ایک ایسے شخص پر پڑی جو صف سے اپنے سینے کو باہر نکالے ہوئے تھا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم ضرور اپنی صفوں کو درست کر لوگے یا اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف (بغض وعداوت) پیدا کر دے گا۔

(صحیح مسلم، ج1، ص182، مطبوعہ کراچی)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:" اقیمت الصلاۃ فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجھہ قال: اقیموا صفوفکم و تراصوا فانی اراکم من وراء ظھری" ترجمہ: نماز کے لیے اقامت کہی گئی، تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے رُخ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور مل کر کھڑے ہو۔ بلاشبہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔ (صحیح بخاری، ج1، ص100، مطبوعہ کراچی)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث مبارک کے تحت فرماتے ہیں: "مما یستفاد منہ جواز الکلام بین الاقامۃ و بین الصلاۃ و وجوب تسویۃ الصفوف وفیہ معجزۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم "ترجمہ: اس حدیث پاک سے یہ مسائل مستفاد (حاصل) ہوتے ہیں کہ اقامت اور نماز کے درمیان کلام کرنا، جائز ہے اور صفیں سیدھی رکھنا واجب ہے اور اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے (ایک) معجزے کا ثبوت ہے۔ (عمدۃ القاری، ج4، ص355، مطبوعہ ملتان)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی معمول تھا۔ چنانچہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں: "روی عن عمر انہ کان یوکل رجلا باقامۃ الصفوف ولا یکبر حتی یخبران الصفوف قد استوت وروی عن علی وعثمان انھما کانا یتعاھدان ذلک و یقولان: استووا و کان علی یقول تقدم یا فلان تاخر یا فلان "ترجمہ: حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک شخص کو نماز کی صفیں سیدھی کرنے کے لیے مقرر فرماتے اور اُس وقت تک نماز کی تکبیر نہ کہتے جب تک کہ وہ خبر نہ دے دیتا کہ صفیں سیدھی ہو چکی ہیں اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ و سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ صفیں سیدھے کروانے کا خاص خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ صفیں سیدھی کر لو اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اے فلاں! آگے ہو جاؤ۔ اے فلاں! پیچھے ہو جاؤ۔

(جامع ترمذی، ج1، ص53، مطبوعہ کراچی)

فقیہِ اعظم مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی ان احادیث مبارکہ اور ان جیسی دیگر روایات کے پیشِ نظر ارشاد فرماتے ہیں: " ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ اقامت کے بعد بھی اگر صفیں درست نہ ہوں، تو جب تک صفیں درست نہ ہوں، تکبیرِ تحریمہ میں تاخیر ہو سکتی ہے اور یہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خلفائے راشدین کا معمول تھا۔" (نزھۃ القاری، ج2، ص372، فرید بک سٹال، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

15 رجب المرجب 1442ھ 28 فروری 2021ء